

سلسلہ اشاعت عالمیہ مشن پاکستان راجسٹرڈ لائبریری ۳۹

# حسن محسنی

شاہزادہ امن سرکار صلح امام حسن  
علیہ السلام کی حیات طیبہ کا مختصر تعارف

HABIB ELECTRIC TRADING CO.

از قلم معجز رقم:-

سرکار سید العلماء علامہ سید علی نقی نقوی  
مجتہد العصر لکھنؤ

قیمت ۲ روپے



## امامیہ سن پاکستان ریسرچ ڈیپارٹمنٹ

کامیابیوں کی تبلیغی رسالہ "سن مجتبیٰ" آپ کے ہاتھوں میں ہے جو امامیہ سن لکھنؤ کے ذریعہ  
 شائع ہو کر مندرجہ ذیل حالت میں پہنچا ہے۔ اس صحیفہ مبارکہ میں سرکارِ امن حضرت امام حسن علیہ السلام کی  
 زندگی کے مختصر حالات ہیں۔ امام کے شرائطِ صلح اور معاویہ کا مقصد جنگِ نو نونہانوں کے مقصدِ حیا کو نافذ کرنے کے  
 امامیہ سن لکھنؤ نے چودہ معصومین کی مختصر سوانح حیات شائع فرما کر قوم کی اہم ترین ضرورت کو ملحوظ  
 کرتے ہوئے اپنی بیدار مغزی اور روشن دماغی کا ثبوت دیا ہے۔ اختصاراً بتاتا کہ ۱۶ صفحات کے ایک  
 جزو میں یوری سوانح میری سماجائے اور جامعیت کا یہ عالم کہ ضروری افغانی کے ہندو کو سمیٹ کر  
 میں سمجھ دیا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل سے ملبوط کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ ان معصومین کی ذاتِ مقدسہ  
 کی اہمیت یہ کہ ہر ذی شعور ابنِ آدم پر ان کی محبت واجب کر دی گئی ہے مگر ان کے حالات  
 پر ملبوط کتاب کا علم حاصل اور پھر پڑھنے کیلئے زندگی کی ہر ضرورتِ حائل اور ولادت و شہادت کے  
 دن حالات کے سننے کا اشتیاق بچوں کی تعلیم و تربیت کیلئے آسان زبان میں حالات پیش کرنا  
 کی کمی ان تمام مشکلات کا حل مگر سید العلماء و مظاہر العالمی نے اس اختصارِ زوہبی سے کر دیا ہے  
 کیلئے قوم کا حق ان کے بارِ احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔  
 اس تیسری قیمت اور کثیر المنفعت سلسلہ اشاعت سوانح حیات کا عظیم ترین فائدہ یہ ہے کہ  
 حضرات تک پہنچانے کیلئے مجالس و محافل میلاد میں ان کو بطور تبریک تقسیم کیا جاسکتا ہے اور  
 کسی جہ سے مجلس و محفل میں شرکت نہ کر سکتے ہوں وہ اپنے اہل و عیال و غریب و متوسلین کو اپنے  
 جمع کر کے اس مختصر رسالہ کو پڑھ کر مستفید و شباب ہو سکتے ہیں ان کے فائدے سے پہلے  
 کو نہ صرف بچوں کی واقفیت کیلئے ہر گھر میں بلکہ تبلیغ اشاعت کیلئے سن سے رعایت  
 منکر اگر اپنے ماحول میں مفت تقسیم کا اہتمام فرمائیں۔  
 خادمِ دین :- سید حسن علی شاہ کاظمی جنرل سبکداری امامیہ سن پاکستان ریسرچ ڈیپارٹمنٹ  
 (مطبوعہ :- تعلیمی پریس بیرون اکبری گیٹ - لاہور)



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انسانی زندگی کو اپنے راستے میں طرح طرح کے نرم اور گرم حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ہر طرح کے حالات میں اپنے فرض کا محسوس کرنا چاہیے وہ دلی خواہشوں اور طبیعت کے موصول پر کتنا ہی بابر ہو ایسی انسانیت کی روح اور اخلاق کی جان ہے اور اس کے لئے ایسے رہنماؤں کی سیرت زندگی کے مطالعہ کی ضرورت ہے جنہیں اپنے نفس پر قابو حاصل تھا اور جو ہر موقع پر جذبات سے نہیں بلکہ فرائض کے احکام سے کام لیتے تھے۔ رسول نے دنیا کے سامنے صراط و صیغہ پیش کیا اور ایشیاء کے بہترین نمونے پیش کئے ہیں۔

آل محمد علیہم السلام میں یکے بعد دیگرے جو امام ہوتے رہے ان سب کی مجموعی سیرت ایک جامع انسانیت اور اخلاق کی کتاب ہے جس میں کہیں شجاعت کے مظاہر ہیں جس علم کے کہیں سخاوت کے کارنامے ہیں کہیں ایشیاء کے کہیں حکمت کے نمونے ہیں جس علم و معرفت کے چونکہ ان حضرات کو حالات زمانہ یکساں نہیں ملے تھے بلکہ زمانے کی تغیر و تبدل اور انقلابی چال سے ان کو مختلف حالات سے سالفہ پڑا اور ہر حالت کے موافق ان کو بہترین طرز عمل اختیار کرنا پڑا اس لئے تواریخ انسانی کی بہتری کے لئے ہر فرد کے حالات زندگی کا مطالعہ لازم ہو گیا کہ بغیر اس کے مطالعہ کے انسانیت کی ایک گوشہ نشین ہدایت رہ جاتا ہے اس لئے یہ سلسلہ حالات آئمہ کا پیش کیا گیا ہے اور یہ اس سلسلہ کی دوسری کڑی ہے جس میں دوسرے امام حضرت امام حسن علیہ السلام کے حالات درج کئے جاتے ہیں۔

اس نام مجتبیٰ لقب اور ابو محمد کنیت خفی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزیز بیٹی حضرت فاطمہ زہراء کے بطن سے حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب



کے بڑے فرزند تھے۔

## ولادت

۱۵۱۰ء رمضان المبارک کو ہجرت کے تیسرے سال آپ کی ولادت ہوئی رسول  
کے گھر میں آپ کی پیدائش اپنی نوعیت کی پہلی خوشی تھی جب کہ معظمہ رسول  
کے بیٹے یکے بعد دیگرے دنیا سے جاتے رہے اور سولہ لڑکی کے آپ کی اولاد میں  
کوئی نہ رہا تو مشرکین طعنے دیتے لگے اور آپ کو معاذ اللہ تبر یعنی منقطع النسل کہنے  
لگے۔ اس سے آپ کو بڑا صدمہ پہنچا اور آپ کی تسلی کیلئے قرآن مجید میں سورۃ کوثر نازل ہوئی  
جس میں آپ کو خوشخبری دی گئی کہ خدا نے آپ کو کثرتِ اولاد عطا فرمائی ہے اور منقطع النسل  
آپ نہیں بلکہ آپ کا دشمن ہو گا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی مدینہ میں آنے کے تیسرے ہی سال پیدائش گویا سورۃ کوثر  
کی پہلی تفسیر تھی۔ دنیا جانتی ہے کہ انہی امام حسنؑ اور ان کے چھوٹے بھائی امام حسینؑ  
علیہ السلام کے ذریعہ سے اولادِ رسولؐ کی وہ کثرت ہوئی کہ باوجود ان کوششوں کے  
جو دشمنوں کی طرف سے اس خاندان کے ختم کیے گئے تھے کی ہمیشہ ہوتی رہیں جن میں ہزاروں کوششوں  
دی گئی ہزاروں تلواروں سے قتل کئے گئے اور کتنوں کو زہر دیا گیا۔ اس کے باوجود آج کل  
دنیا آلِ رسولؐ کی نسل سے چھلک رہی ہے۔ عالم کا کوئی گوشہ مشکوک سے ایسا ہو گا  
جہاں اس خاندان کے افراد موجود نہ ہوں۔ جبکہ رسولؐ کے دشمن جن کی اس وقت  
کثرت سے اولاد موجود تھی ایسے فنا ہوئے کہ نام و نشان بھی انکا کہیں نظر نہیں آتا  
یہ ہے قرآن کی سچائی اور رسولؐ کی صداقت کا زندہ ثبوت جو دنیا کی آنکھوں کے  
سامنے ہمیشہ کے لئے موجود ہے اور اس لئے امام حسن علیہ السلام کی پیدائش سے پیغمبرؐ کو  
ہی خوشی نہیں ہوئی جیسی ایک نانا کو نواسے کی ولادت سے ہونا چاہئے۔ بلکہ آپ کو خاص



سرت یہ ہوئی کہ آپ کی سچائی کی پہلی نشانی دنیا کے سامنے آئی۔ سالوین من عقیقہ کی رسم ادا  
 ہوئی اور پیغمبر نے بحکم خدا اپنے اس فرزند کا نام حسن رکھا۔ یہ نام اسلام کے پہلے نہیں ہوا  
 کرتا تھا۔ یہ سب سے پہلے پیغمبر کے ان ہی فرزند کا نام قرار پایا جس طرح حسینؑ ان کے  
 چھوٹے بھائی کا نام بھی بس ان ہی سے مخصوص تھا۔ ان کے پہلے کسی کا یہ نام نہ ہوا تھا۔  
 حضرت امام حسن علیہ السلام کو تقریباً آٹھ برس اپنے نانا رسول اللہ کے  
 سایہ عاطفت میں رہنے کا موقع ملا۔ یہ حالت آپ اپنے اس نواسے  
 سے جتنی محبت فرماتے تھے اس کے واقعات دیکھنے والوں نے ہمیشہ یاد رکھے۔ اکثر  
 مدینین محبت اور فضیلت کی حسنؑ اور حسینؑ دونوں صاحبزادوں میں مشترک ہیں  
 مثلاً حسنؑ اور حسینؑ جو انان بہشت کے سردار ہیں۔ دونوں کو شوارہ عرش میں یہ دونوں  
 میرے گلدستے ہیں۔ خداوند میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب  
 کہنا اور اس طرح کے بے شمار ارشادات پیغمبر کے دونوں نواسوں کے بارے  
 میں کثرت سے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ عام قاعدہ یہ ہے  
 داد کی نسبت باپ کی جانب ہوتی ہے مگر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ان دونوں  
 نواسوں کی یہ خصوصیت صراحت کے ساتھ بتائی کہ انہیں میرا صرف نواسہ نہیں بلکہ میرا  
 فرزند کا درست ہے۔

یہ حدیث حضرت کی تمام اسلامی حدیث کی کتابوں میں درج ہے۔ حضرت نے  
 فرمایا خدا نے ہر شخص کی اولاد کو خود اس کے صلب سے قرار دیا اور میری اولاد کو اس نے علیؑ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلب سے قرار دیا۔ پھر جب ان بچوں کی تربیت میں پیغمبر کس قدر اہتمام  
 فرمایا کہ ان کو غرضی سمجھتے ہوں گے۔ جب کہ خود بچے بھی وہ تھے جنہیں قدرت نے



طہارت و عصمت کا لباس پہنا کر بیٹھا تھا۔ ایک طرف آئینے اتنے صاف اس پر ہوا کہ  
 ہاتھ کی چلا نتیجہ یہ نکلا کہ نیچے کمسنی ہی میں نانا کے اخلاق و اصاف کی تصویر بن گئی۔  
 حضرت نے لکھ باب میں ارشاد فرمایا کہ حسنؑ میں میرا عجب داسب اور شان ہزار  
 ہے اور حسینؑ میں میری سخاوت اور میری جرات ہے شان ہزاری کو مختصر لفظ ہے مگر اس میں  
 بہت اوصاف کمال کی جھلک نظر آ رہی ہے اسکے ساتھ ساتھ مختلف صورتوں کے رسولؐ نے  
 اپنے مشن کے کام میں انکو اسی بچپن کے عالم میں شریک بھی کیا جس سے یہ ثابت بھی ہوا کہ پیغمبرؐ  
 بعد حفاظت اسلام کی ہم کو اپنے ہی طبیعت کے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔ اسکا ایک موقع مباحثہ کے  
 میدان میں تھا۔ جہاں حضرت امام حسنؑ بھی اپنے نانا کے ساتھ ساتھ تھے۔

۴۔ ربیع الاول ۱۰ سالہ کو جناب اپنے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی اور امام  
 حسن علیہ السلام اس سترت اور اطمینان کی زندگی سے محروم ہوئے۔ نانا کی وفات  
 کے ٹھوڑے ہی دن کے بعد امام حسنؑ کو اپنی مادر گرامی حضرت فاطمہؑ پر اکی وفات  
 صدمہ اٹھانا پڑا۔ اب حسنؑ کیلئے گوارہ تربیت اپنے مقدس باپ حضرت علیؑ بن ابی  
 طالبؑ کی وفات تھی جس سے اسی دور میں جوانی کی حد تک پہنچے اور کمال شباب  
 منزلوں کو طے کیا۔ پچیس برس کی خانہ نشینی کی بعد جب حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام  
 کو مسلمانوں نے خلیفہ بنایا ہری کی حیثیت سے تسلیم کیا اور اس کے بعد جملہ صفین  
 نروان کی لڑائیاں ہوئیں تو ہر ایک جہاد میں حسن علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کے ساتھ  
 ساتھ تھے۔ بلکہ بعض موقعوں پر جنگ میں آپ نے کار نہایاں بھی دکھائے۔  
 ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔



خلافت تسلیم کی، آپ پر اپنے والد بزرگوار کی شہادت کا بڑا اثر تھا۔ سب سے پہلا خطبہ جو  
 آپ نے ارشاد فرمایا اس میں حضرت علی ابن ابیطالبؑ کے فضائل و مناقب تفصیل کے ساتھ  
 بیان کئے جناب امیرؑ کی سیرت اور مال دنیا سے پرہیز کا تذکرہ کیا۔ اس وقت آپ پر گریہ  
 اتنا غلبہ ہوا کہ گھٹے میں پھیندا پڑ گیا۔ اور تمام لوگ بھی آپ کے ساتھ بے اختیار رونے لگے  
 آپ نے اپنے خواتین اور خاندانی فضائل بیان کئے۔ عبداللہ ابن عباسؓ نے کھڑے  
 اور تقریر کی اور لوگوں کو بیعت کی دعوت دی۔ سب نے انتہائی خوشی اور رضامندی کے  
 ساتھ بیعت کی۔ آپ نے مستقبل کے حالات کا صحیح اندازہ کہہ کر سب کو اسی وقت لوگوں  
 کے ساتھ صلوات یہ شرط کر دی کہ "اگر میں صلح کر لیں تو تم کو صلح کرنی ہوگی اور اگر میں  
 جنگ کر لیں تو تمہیں میرے ساتھ مل کر جنگ کرنا ہوگی" سب نے اس شرط کو قبول کر لیا۔  
 آپ نے انتظام حکومت اپنے ہاتھ میں لیا۔ اطراف میں عمال مقرر کئے، احکام معین کئے  
 و فتوحات کے فیصلے کرنے لگے۔

یہ وقت وہ تھا کہ دمشق میں امیر شام معاویہ کا تخت سلطنت پر قبضہ مضبوط ہو چکا تھا۔  
 حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ صفین میں مولوڑائیاں امیر شام کی ہوتی تھیں انکا  
 حکم کی سازش نہ کارروائی کی بدولت امیر شام کے موافق نکل چکا تھا۔ ادھر حضرت علیؑ  
 ابی طالبؑ کی سلطنت کے اندر جہاں اب حضرت امام حسنؑ حکمران ہوئے تھے باہمی تفرقے  
 و بددلی پیدا ہو چکی تھی۔ خود جناب امیرؑ کے احکام کی تعمیل میں سب طرح کوتاہیاں کی جاتی  
 تھیں۔ حضرت کے آخر عمر کے خطبوں کا ظاہر ہے۔ خوارج نہروان کا فتنہ مستقل طور پر  
 نہروان کا باعث بنا ہوا تھا۔ جسکی اجتماعی طاقت کو اگرچہ نہروان میں شکست ہو گئی تھی مگر  
 منتشر افراد اب بھی ملک کے اس زمان کو صدمہ پہنچانے پر تلے ہوئے تھے۔ یہاں تک



کہ لفظ ہر اسی جماعت کا ایک شخص تھا جس نے حضرت امیر کے سر پر مسجد میں ضرب لگائی اور جس کے  
سے آپ کی وفات ہوئی تھی۔

ابھی ملک حضرت علی ابن ابی طالب کے غم میں سوگوا تھا اور حضرت امام حسن پورے طور  
انتظامات بھی نہ کر چکے تھے کہ امیر شام کی طرف سے آپ کی مملکت میں دراندازی شروع  
اور ان کے خفیہ کارکنوں نے اپنی کاروائیاں جاری کر دیں۔ چنانچہ ایک شخص قبیلہ حمیر کا کونہ میں  
ایک شخص بنی قین میں سے لبیر میں پکڑا لیا۔ یہ دونوں اس مقصد سے کئے تھے کہ یہاں  
حالات سے دشوق میں اطلاع دیں اور رضا کو امام حسن کے خلاف ناخوشگوار بنائیں۔ غرض  
ہے کہ اس کا انکشاف ہو گیا۔ حمیر والا آدمی کونہ میں ایک قضائی کے گھر سے اور قین والا  
لبیر میں بنی سلیم کے یہاں سے گرفتار کیا گیا اور دونوں کو جرم کی سزا دی گئی۔ اس  
کے بعد حضرت امام حسن نے معاویہ کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ تم اپنی  
سے نہیں باز آتے، تم نے لوگ بھیجے ہیں کہ میرے ملک میں بغاوت پیدا کریں۔  
اپنے جاسوس یہاں پھیلا دیئے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ تم جنگ کے خور شہنہ ہو، ایسا  
پھر تیار رہو، یہ منزل کچھ دور نہیں ہے، نیز مجھ کو خبر ملی ہے کہ تم نے میرے باپ کی  
پرطعن و تشنیع کے الفاظ کہے۔ یہ پرگزہ کسی ذی ہوش آدمی کا کام نہیں ہے۔  
سب کیلئے ہے۔ آج ہمیں اس حادثے سے دوچار ہونا پڑا تو کل تمہیں پڑا ہوگا اور حقیقت یہ  
کہ ہم اپنے مرنے والے کو مرنے والا سمجھتے نہیں۔ وہ تو ایسا ہے جیسے ایک منزل سے  
اپنی دوسری منزل میں جا کر آرام کی نیند سو جائے۔

اہل خط کے بعد امیر شام اور امام حسن کے درمیان بہت سے خطوط کی رد و بدل ہوئی  
شام کو اپنے جاسوسوں کے ذریعے سے اہل کوفہ کے باہمی تفرقہ اور بد حالی اور غم کی



کا علم ہو گیا۔ اس لئے وہ سوچنے لگے کہ یہی موقع ہے کہ عراق پر حملہ کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ اپنی فوجوں کو لے کر عراق کے حدود تک پہنچ گئے۔ اس وقت حضرت امام حسنؑ نے بھی مقابلہ کی تیاری کی اور حجر ابن عدی کو بھیجا کہ وہ دورہ کر کے اطراف ملک کے حکام کو مقابلے کے لئے آمادہ کریں اور لوگوں کو جہاد کیلئے تیار کریں مگر جو خیال تھا وہی ہوا کہ عام طور پر ہمدھری سے کام لیا گیا۔ تھوڑی فوج تیار ہوئی تو ان میں کچھ فرقہ خوارج کے لوگ تھے، کچھ شورش پسند اور مال غنیمت کے طلبکار اور کچھ لوگ صرف اپنے سرداران قبائل کے دباؤ سے شریک تھے۔ بہت کم وہ لوگ تھے جو واقعی حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کے شیعہ سمجھے جاسکتے ہوں۔

ادھر معاویہ نے عبداللہ ابن عامر ابن کریمہ کو آگے روانہ کیا اور اس نے مقام انبار میں جا کر چھاونی چھائی۔ ادھر حضرت امام حسنؑ اس کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے اور مقام دیرکب کے قریب سبابط میں قیام کیا۔ یہاں پہنچ کر آپؑ نے لوگوں کی حالت کا جائزہ لینے کے لئے سب کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ "دیکھو مجھے کسی مسلمان سے کینہ نہیں ہے۔ میں تمہارا اتنا ہی بھی خواہ ہوں جتنا خود اپنی ذات کی نسبت مجھے ہونا چاہیے۔ میں تمہارے بابے میں ایک فیصلہ کن رائے قائم کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ تم میری رائے انحراف نہ کرو گے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے اکثر کی ہمت ہمارے سپت ہو گئی ہے اور میں کسی طرح یہ صحیح نہیں سمجھتا کہ تمہیں بادلِ ناخوشی سے ہم پر مجبور کر دیں۔ تمہاری تقریر کا ختم ہونا تھا کہ مجمع میں ہنگامہ پیدا ہو گیا۔ یقیناً علیؑ ایسے بہادر باب کا بہادر فرزند تھا جس کا ہنگامہ آور جماعت کا مقابلہ کرنے کیلئے کافی تھا۔ اگر یہ کھلم کھلا دشمنوں کی ہمت ہوتی۔ مگر اس کے پہلے خود حضرت علیؑ بھی اس وقت ایسا کرنے لگے تھے۔ جب نہ پہلے پر قرآن اچھے کئے جانے کے بعد صفین میں خود آپ کی فوج کے آگے آپ کو



گھیر کر کھڑے ہو گئے تھے کہ اب آپ جنگ کو دو گئے نہیں تو ہم آپ کو قید کر کے دشمن کے پیر کر دیں گے۔ اس وقت جناب امیر نے ایسا نہیں کیا کہ تلوار لیکر ان سے لڑنے لگتے بلکہ مجبوراً جنگ کو ملتوی فرمایا۔ اس کے زیادہ سخت صورت سے اس وقت امام حسن کو سامنا کرنا پڑا کہ مجمع نے آپ پر حملہ کر دیا اور مصداق دم کے نیچے سے کھینچ لیا۔ چادر آپ کے دوش سے اتار لی۔ آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور آواز بلند کی کہ کہاں ہیں ربیعہ اور بھیدان؟ فوراً یہ دونوں جہان نثار قبیلے ادھر ادھر سے پڑے اور لوگوں کو آپ سے دور کیا۔ آپ یہاں سے مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر جہان ابن قبیصہ اسدی ایک شخص انہی خوارج میں سے کہیں گاہ میں چھپ گیا اور اس نے آپ پر خنجر سے حملہ کیا جس سے آپ کی ران زخمی ہو گئی۔ حملہ آور گرفتار کیا گیا۔ اور اسے منادی اُٹھایا کہ میرا مدائن میں علاج ہونے کے بعد آپ اچھے ہوتے اور پھر معاویہ کی فوج سے مقابلہ کی تیاری کی۔  
**صلح** امیر شام کو حضرت امام حسن علیہ السلام کی فوج کی حالت اور لوگوں کی بوفانی کا حال معلوم ہو چکا تھا اس لئے وہ سمجھتے تھے کہ امام حسن علیہ السلام کیلئے جنگ کرنا ممکن نہیں ہے مگر اس کے ساتھ وہ یہ بھی یقین رکھتے تھے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کتنے ہی بے بس بے کس ہوں مگر وہ علی و فاطمہ کے بیٹے اور پیغمبر کے نواسے ہیں اس لئے وہ ایسے شرط پر صلح نہ کریں گے جو حق پرستی کے خلاف ہوں اور جن سے باطل کی حمایت ہوتی ہو اسکو نظر میں رکھتے ہوئے انہوں نے ایک طرف تو آپ کے ساتھیوں کو عبد اللہ ابن عامر کے ذریعہ سے یہ پیغام دلوایا کہ اپنی جان کے پیچھے نہ پڑو اور خیر نہ ہوئے دو۔ اس سلسلے میں کچھ لوگوں کو شوق مل گیا دی گئیں اور کچھ بزدلوں کو اپنی تعداد کی زیادہ سے خوفزدہ کیا گیا اور دوسری طرف حضرت امام حسن کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ جن شرائط پر کہیں انہی شرائط پر میں صلح کیلئے تیار ہوں۔  
 امام حسن یقیناً اپنے ساتھیوں کی غداریاں کو دیکھتے ہوئے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے



تھے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ ضرور پیش نظر تھا کہ ایسی صورت پیدا ہو کہ باطل کی تقویت کا  
 دعوہ میرے دامن پر نہ لگنے پائے۔ اس گھڑنے کو حکومت و اقتدار کی ہوس تو کبھی تھی ہی نہیں  
 نہیں تو مطلب اس سے تھا کہ مخلوق خدا کی بہتری ہو اور حدود و حقوق الہی کا احرام نہ ہو۔ اب میرے معاویہ نے  
 آپ کے منہ مانگے شرائط پر صلح کرنے کیلئے آمادگی ظاہر کی تو اب مصالحت سے انکار کرنا شخصی اقتدار  
 و فساد کے علاوہ اور کچھ نہیں قرار پاسکتا تھا یہ کہ امیر شام صلح کے شرائط پر عمل نہ کریں گے  
 یہی بات تھی جب تک صلح نہ ہوتی یہ انجام سامنے آکھال سکتا تھا اور بحیثیت تمام کیونکہ  
 اسکی تھی پھر بھی آخری جواب دینے سے قبل آپ نے ساتھ والوں کو جمع کیا اور تقریر فرمائی  
 کہ رہو کہ تم میں وہ خونریز لڑائیاں ہو چکی ہیں جن میں بہت لوگ قتل ہوئے، کچھ مقتول  
 سین میں ہوئے جن کے لئے آج تک دور ہے ہو اور کچھ مقتول نہرقان کے جن کا معاوضہ  
 طلب کر رہے ہو، اب اگر تم موت پر راضی ہو تو ہم اس پیغام صلح کو قبول نہ کریں اور ان سے  
 کے خبر سے پر تلواردل سے فیصلہ کراؤ اور اگر زندگی کو دوست رکھتے ہو تو ہم اس کو  
 کریں اور تمہاری مرضی پر عمل کریں۔ جواب میں لوگوں نے ہر طرف سے پکارنا شروع  
 کہ ہم زندگی چاہتے ہیں ہم زندگی چاہتے ہیں آپ صلح کر لیجئے، اس کا نتیجہ تھا کہ آپ  
 کے شرائط سرتب کر کے معاویہ کے پاس روانہ کئے۔

اس صلح نامہ کے مکمل شرائط حسب ذیل تھے:-

۱۔ یہ کہ معاویہ حکومت اسلام میں کتاب خدا اور سنت رسول پر عمل کرے گی۔  
 ۲۔ یہ کہ معاویہ کو اپنے بعد کسی خلیفہ کے نامزد کرنے کا حق نہ ہوگا۔

۳۔ یہ کہ شام و عراق و حجاز و یمن سب جگہ کے لوگوں کے لئے امان ہوگی۔

۴۔ یہ کہ حضرت علی کے اصحاب اور شیعہ نہال بھی رہیں ان کے جان و مال اور ناموس



داوود محفوظ رہیں گے۔

(۵) معاویہ حسن ابن علی اور ان کے بھائی حسینؑ ابن علیؑ اور خاندانِ رسولؐ میں سے کسی کو بھی نقصان پہنچانے یا ہلاک کرنے کی کوشش نہ کریں گے نہ خفیہ طریقہ اور نہ علانیہ اور ان میں سے کسی کو کسی جگہ دھمکا یا اور ڈرایا نہیں جائیگا۔

(۶) جناب امیر علیہ السلام کی شان میں کلماتِ نازہ یا جواب تک سجد جاسع اور تہنیت میں استعمال ہوتے رہے ہیں وہ ترک کر دیے جائیں۔ آخری شرط کی منظوری میں معاویہ عذر ہوا تو یہ طے پایا کہ کم از کم حسن موقوفہ پر امام حسن علیہ السلام موجود ہوں اس موقع پر نہ کیا جائے۔ یہ معاہدہ بیع الاول یا جہادی الاولیٰ اللہ کو عمل میں آیا۔

فیہیں پس گئیں۔ معاویہ کی شہنشاہی ممالک اسلامیہ میں عمومی صلح کے بعد مستم ہو گئی اور اب شام مصر کے ساتھ عراق و حجاز میں امداد آئی۔

بھی اطاعت کر لی۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کو اس صلح کے بعد اپنے بہت سے ساتھیوں کی طرف سے جس طرح کے دل خراش اور توہین آمیز الفاظ کا سامنا کرنا پڑا ان کا بار کرنا انہی کا کام تھا۔ وہ لوگ جو کل تک امیر المومنینؑ کہہ کے تسلیم بجا لاتے تھے، آج نذل المومنین یعنی مومنین کی جماعت کو ذلیل کرنے والے کے الفاظ سے سلام کر گئے۔ مگر امام حسن علیہ السلام نے صبر استقلال اور نفس کی بلندی کے ساتھ ان ناگوار حالات کو برداشت کیا اور معاہدہ پر سختی کے ساتھ قائم رہے مگر ادھر یہ امیر شام نے جنگ کے ختم ہوتے ہی اور سیاسی اقتدار کے مضبوط ہوتے ہی عراق داخل ہو کر تھلہ میں جسے کوفہ کی سرحد سمجھنا چاہئے قیام کیا اور جمعہ کے خطبہ کے بعد اعلان کر دیا کہ میرا مقصد جنگ سے کوئی یہ نہ تھا کہ تم لوگ نماز پڑھنے لگو اور



کے راج کر دینا کرنا ادا کرو یہ سب تو تم کرتے ہی ہو میرا مقصد تو اس یہ تھا کہ میری  
 عزت تم پر مسلط ہو جائے اور یہ مقصد میرا حسن کے اس معاہدہ کے بعد پورا ہو گیا۔  
 اور جو دہم لوگوں کی ناگواری کے خدشے تھے مجھے کامیاب کر دیا رہ گئے وہ شرائط جو میں  
 نے حسن کے ساتھ رکھے ہیں وہ سب میرے پیروں کے نیچے ہیں ان کا پورا کرنا یا نہ کرنا  
 میرے ہاتھ کی بات ہے۔ مجمع میں ایک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ مگر اب کس میں دم تھا کہ وہ  
 کے خلاف زبان کھولتا۔ انتہا ہے کہ کوفہ میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی موجودگی  
 امیر شام نے حضرت امیر اور امام حسنؑ کی شان میں کلمات لکھنا یہ استعمال  
 جس کو سن کر امام حسینؑ بھائی کی جانب سے جو اب دینے کیلئے کھڑے ہو  
 کر حضرت امام حسنؑ کے آپ کو بٹھا دیا۔ اور خود کھڑے ہو کر نہایت مختصر اور جامع  
 میں امیر شام کی تقریر کا جواب دیا۔ اسی طرح حقیقی شرطیں معاہدہ کی تھیں امیر شام  
 امیر شام نے سب کی مخالفت کی اور کسی ایک پر بھی عمل نہیں کیا۔

اور جو دیکھ آپ بالکل خاموشی کی زندگی گزار رہے تھے گمراہ آپ خود بھی اس  
 میں بنی امیہ کی ایذا رسائیوں سے محفوظ نہیں تھے۔ ایک طرف غلط پروپیگنڈے  
 بنیاد انعامات جن ان کی بلند مرتبہ پر عام نگاہوں میں صرف آئے مثلاً کثرت  
 اور کثرت طلاق۔ یہ چیز انہی جگہ پر شریعت اسلام میں جائز ہے مگر بنی امیہ کے  
 جگہ سے اس کو حضرت امام حسنؑ کی نسبت ایسے ہولناک طریقے پر پیش کیا۔ جو  
 قابل قبول نہیں ہے۔ دوسرے بنی امیہ کے ہواخواہوں کا برا بھلا تو سخت کلامی  
 اور ہم دہی اسکا اندازہ امام حسینؑ کے بیان الفاظ سے ہوتا ہے جو آپ نے مرقان سے  
 لے کر جب امام حسنؑ کے جنازے کے ساتھ مرقان رو رہا تھا امام حسینؑ



علیہ السلام نے فرمایا۔ "آج تم بولتے ہو، حالانکہ اس سے پہلے تم انہیں غم و غصہ کے گونے پلاتے تھے۔ جہیں دل ہی خوب جانتا ہے۔ مردان نے کہا "ٹھیک ہے مگر وہ سب ایسے انسان سے کرتا تھا جو اس بہار سے زیادہ قوت برداشت رکھنے والے تھے۔"

امام حسنؑ کی ایک غیر معمولی صفت جس کے دوست اور شاگرد سب معترف تھے یہ ہی عہد کی صفت تھی جس کا اثر

## اخلاق و اوصاف

ابھی مردان کی زبان سے آپ سن چکے ہیں۔ حکومت شام کے ہوا خواہ صرف اسے بیان بوجھد سخت کلامی اور بد زبانی کرتے تھے کہ امام حسن علیہ السلام کو غصہ آجائے اور کوئی ایسا اقدام کر دیں جس سے عہد شکنی کا الزام آپ کی طرف عائد کیا جائے اور اس طرح خونریزی کا ایک بہانہ ہاتھ آئے۔ مگر آپ ایسی صورتوں میں حیرناک برداشت سے کام لیتے تھے جو کسی دوسرے انسان کا کام نہیں ہے۔ آپ کی سخاوت اور ہمان نوازی بھی عرب میں مشہور تھی۔ آپ نے تین مرتبہ اپنا تمام مال راہ خدا میں لٹا دیا اور دو مرتبہ تمام اپنی ملکیت۔ یہاں تک کہ اثاث البیت اور لباس تک آدھوں آدھوں راہ خدا میں دے دیا۔

سائلوں کو ایک ایک دفعہ میں ہزاروں روپے دے دیے ہیں اور حقیقت میں معاویہ کے ساتھ شرائط صلح میں جو بہت سے مورخین کے بیان مطابق ایک خاص رقم کی شرط ملتی ہے کہ معاویہ کی جانب سے ہر سال علیہ السلام کے پاس روانہ کی جائے۔ وہ اگر صحیح ہو تو اس کا مقصد صرف یہی تھا کہ اس ذریعے سے مسلمانوں کے بہت المال کا کچھ روپیہ مستحقین بھی پہنچ سکے۔ ہرگز اپنی ذات پر صرف کرنے کے لئے آپ نے اس راہ



شرط قرار نہیں دی تھی۔ چنانچہ جو کچھ پاس موجود ہوتا تھا چاہے زیادہ سے زیادہ رقم  
 کیوں نہ ہو آپ فوراً سائلوں کو عطا فرما دیتے تھے۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ  
 بارہویہ آپ خود ضرور تمند ہیں پھر بھی کیا بات ہے کہ سائل کو رد نہیں فرماتے  
 آپ نے فرمایا۔ میں خود خدا کی بارگاہ کا سائل ہوں مجھے شرم آتی ہے کہ خود  
 سائل ہوتے ہوئے دوسرے سائلوں کے سوال کو رد کروں۔ اس صورت میں  
 مجھے کیا حق ہو گا کہ میں اپنے خدا سے اپنے سوال کے پورا ہونے کی تمنا رکھوں۔  
 اس کے ساتھ آپ کے علمی کمالات بھی وہ تھے جن کے سامنے دنیا سرخم  
 رہتی تھی۔ اگرچہ عبد اللہ ابن عباس امیر المومنین سے حاصل کئے ہوئے  
 علوم سے دنیا کے علم میں اپنا ڈنکا بجا رہے تھے۔ مگر جب امام حسن  
 علیہ السلام کے خداداد علم کا سامنا ہو جاتا تھا تو خاندان رسالت کی بزرگی  
 دنیا کو اقرار کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ ایک سائل نے مسجد نبوی میں آکر ایک آیت  
 تفسیر ابن عباس سے بھی پوچھی۔ عبد اللہ ابن عمر سے بھی پوچھی اور پھر  
 امام حسن علیہ السلام سے دریافت کی۔ اور آخر میں اس نے اقرار کیا  
 کہ امام حسن علیہ السلام کا جواب یقیناً ان دونوں سے بہتر تھا۔ اکثر آپ  
 نے اپنے دشمن معاویہ کے دربار اور وہاں کے مخالف ماحول میں فضائلِ اہلبیت  
 و مناقب امیر المومنین پر ایسی مؤثر تقریریں فرمائی ہیں کہ دشمنوں کے سر  
 جھک گئے اور آپ کی نصاحت و بلاغت اور حقانیت کا ان کے  
 دل پر سکے قائم ہو گیا۔

نبات بھی آپ کی امتیازی حیثیت رکھتی تھی۔ بیس یا پچیس حج



یا پیادہ کئے۔ جب موت قریب قیامت اور صراط کو یاد فرماتے تھے تو روئے  
لگتے تھے۔ جب بارگاہ الہی میں اعمال کے پیش ہونے کا خیال آتا تھا  
تو ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہو جاتے تھے اور جب نماز کو کھڑے ہوتے  
تھے تو جسم لرزنے لگتا تھا۔

اس بے عزت اور خاموش زندگی کے باوجود بھی امام حسن علیہ السلام  
وفات کے خلاف وہ خاموشی حربہ استعمال کیا گیا جو سلطنت بنی امیہ

میں اکثر صرف کیا جاتا رہا تھا۔ امیر شام نے اشعث ابن قیس کی مدد سے  
کے ساتھ جو حضرت امام حسن علیہ السلام کی زوجیت میں تھی ساز باز کر کے  
ایک لاکھ دسہم انعام اور اپنے فرزند بربک کے ساتھ شادی کا وعدہ کیا اور  
اس کے چارویسے حضرت کو ذہر دلوایا۔ امام حسنؑ کے بیچے کے ٹکڑے ہو گئے اور حالت  
خراب ہوئی۔ آپ نے اپنے بھائی امام حسینؑ کو پاس بلایا اور وصیت کی کہ اگر ممکن ہو تو مجھے  
جذبہ زور گوار رسول خدام کے جوار میں دفن کرنا۔ لیکن اگر فراحت ہو تو ایک قطرہ خون  
گرنے نہ پائے۔ میر جنکے کو واپس لے آنا اور حنبت البقیع میں دفن کرنا۔ ۲۸ صفر ۶۰  
کو امام حسنؑ دنیائے رخصت ہو گئے۔ حسینؑ حسب وصیت بھائی کا جنازہ روضہ  
رسولؐ کی طرف لے کر حبیبیہ امام حسنؑ کو اندیشہ تھا وہی ہوا۔ ام المومنین عائشہ اور  
مروان وغیرہ نے مخالفت کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ مخالف جماعت نے تیروں کی بارش  
کر دی اور کچھ تیر جنازہ امام حسنؑ تک پہنچے۔ بنی ہاشم کے اشتعال کی کوئی انتہا  
تھی مگر امام حسینؑ علیہ السلام نے بھائی کی وصیت پر عمل کیا اور امام حسن  
علیہ السلام کا تابوت واپس لا کر حنبت البقیع میں دفن کر دیا۔ علی نقیؑ





maablib.org